قرآن کریم کی ترتیب نزول

(مباحث' مصادر اور مراجع)

کا سرسری جائزہ

—— پروفیسر حافظ احمد یار ——

قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دم نازل نہیں ہوا تھا' بلکہ وقتاً فوقتاً آہستہ آہستہ اترتا رہا اور بالآخر ۲۳ سال سے کچھ اوپر مدت میں اس کا نزول مکمل ہوا۔ یہ بات قرآن مجید کی دو اندرونی شہادتوں (الاسراء : ۱۰۶ اور الفرقان : ۳۲) کے علاوہ تفسیر' حدیث' تاریخ و سیرت اور علوم القرآن کی عام کتابوں سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کریم کے نزول کی ابتداء رمضان ۴۱ ولادتِ نبویؐ کی کسی مبارک رات سے ہوئی' جسے قرآن ہی کی ایک اندرونی شہادت کی بناء پر بعض اہلِ علم نے ۱۷ر رمضان متعین کیا ہے[1] اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قریباً ۱۳ برس مکّہ میں رہے اور مجموعی طور پر قرآن کا ۱۹ر۳۰ حصّہ اس عرصے میں نازل ہوا۔ اس کے بعد آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور دس سال سے کچھ زائد مدت وہاں رہے اور وہاں بھی حضورؐ کی وفات سے ایک ماہ قبل تک نزولِ قرآن کا سلسلہ جاری رہا اور اس مدت میں قرآن کریم کا قریبا ۱۱ر۳۰ حصّہ نازل ہوا۔ اس طرح نزولی لحاظ سے قرآن کریم کی زمانی تقسیم بنیادی طور پر دو ادوار یعنی مکّی دور اور مدنی دور میں کی جا سکتی ہے۔

○ قرآن کریم کی اس تنجیم (نجماً نجماً یعنی متفرق طور پر نازل ہونا) کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی بیان کی گئی ہیں[2] مذکورہ بالا دونوں ادوارِ نزول میں وحیِ قرآنی کے نزول کا کوئی وقت یا مقدار مقرر نہ تھی اور نہ ہی یہ چیز نبی کریمؐ کے اختیار میں تھی۔ حضر (گھر) کے علاوہ سفر میں اور دن کے علاوہ رات میں بھی وحی کا نزول ہو جاتا تھا۔ اسی طرح (بلحاظ

---

[1] الزنجانی ص ۲۹' الزرقانی ۱: ۴۴۔ الزرقانی ۱: ۴۶۔ ۵۵

[2] مثلاً دیکھئے القاضی ص ۹ تا ۳۷' صبحی ص ۴۹ تا ۶۲۔

مقدار) بعض دفعہ کوئی مکمل سورت نازل ہو جاتی تھی (زیادہ تر چھوٹی سورتیں الاخلاص' الکافرون' الفیل و غیرہا بیک وقت نازل ہوئی ہیں۔ بڑی سورتوں میں سے صرف سورۃ الانعام بیک وقت نازل ہوئی تھی) ---- کبھی کسی سورت کا کوئی حصہ جو پانچ سے دس آیات پر مشتمل ہوتا نازل ہوتا تھا اور سورۃ آہستہ آہستہ کئی وقفوں میں مکمل ہوتی تھی۔ بعض دفعہ ایک وحی میں صرف ایک ہی آیت نازل ہوئی ہے' بلکہ بعض دفعہ تو صرف ایک آیت کا بھی کچھ حصہ نازل ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت ۹۵ (**لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ ...... الآیۃ**) کا ایک حصہ "**غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ**" پوری آیت نازل ہو چکنے کے بعد الگ نازل ہوا[1]

○ قرآن کریم کے اس طویل عرصۂ نزول کے سلسلے میں بعض حضرات نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے کہ قرآن کا کون سا حصہ سب سے پہلے نازل ہوا اور کون سا سب سے آخر میں؟ --- یہ بات تو بالاتفاق اور بطریقِ تواتر ثابت ہے کہ سب سے پہلے غارِ حراء میں آپ پر سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئی تھیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے مکمل صورت میں نازل ہونے والی سورت کون سی تھی۔ اکثر کے نزدیک وہ سورۃ الفاتحہ تھی۔ اسی طرح بلحاظ نزول قرآن کی سب سے آخری آیت کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ مشہور تو یہ ہی ہے کہ بلحاظ نزول آخری آیت سورۃ المائدہ کی تیسری آیت تھی۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ وہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۱ (**وَاتَّقُوا يَوْمًا......**) تھی[2]

○ قرآن کریم کی موجودہ --- الحمد سے والناس تک ---- ترتیبِ تلاوت اس کی ترتیبِ نزول سے بالکل مختلف ہے۔ تاہم یہ ترتیبِ تلاوت بھی توقیفی ہے' یعنی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (باذنِ الٰہی) مقرر کردہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی نزولی ترتیب کو یاد رکھنے کا آپؐ نے کبھی حکم نہیں دیا۔ بلکہ خود آپؐ سے

---

[1] نزولی کیفیات کی اس قسم کی تفصیل کے لئے دیکھئے: القاضی ص ۱۰۔ ۱۲' الزنجانی ص ۳۲ اور صبحی ص ۱۷۰ ببعد

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے: الاتقان ۲۳۔ ۲۷' البرہان ۱: ۲۰۶ تا ۲۱۰' الزرقانی ۸۵ تا ۹۹' الزنجانی ص ۳۰ تا ۳۸ اور القاضی ص ۹۵ تا ۹۷

کسی سورۃ یا آیت کے زمانۂ نزول یا مقامِ نزول کے بارے میں براہِ راست کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ اس بارے میں ہماری تمام تر معلومات کی بنیاد (جیسا کہ آگے بیان ہو گا) صرف صحابہ کرامؓ کے شوقِ جستجو اور بیانِ مشاہدہ پر ہے ---- ترتیبِ نزول پر توجہ مرکوز کرنے کے برعکس آپؐ نے قرآن مجید کی موجودہ ترتیبِ تلاوت کو متعین فرمایا۔ ہر حصۂ قرآن کے نزول کے بعد آنحضورؐ اوّل خود بذریعہ جبرئیلؑ اس کی ترتیبِ تلاوت سے آگاہ ہوتے تھے۔ پھر آپ صحابہؓ کو اس ترتیبِ تلاوت سے آگاہ فرماتے۔ یعنی آپ صحابہؓ کو یہ بتا دیا کرتے تھے کہ فلاں آیت یا آیات کو فلاں سورت کے فلاں حصے کے بعد ملا کر یاد کر لو۔ پھر نازل شدہ حصہ قرآن کے حفظ کرنے اور اس کی روزانہ تلاوت میں اسی ترتیبِ تلاوت کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتے رہتے تھے۔ بلکہ نمازوں میں اسی ترتیب کے مطابق سورتوں کی تلاوت کے ذریعے اس معاملے میں عملی رہنمائی بھی فرماتے تھے[1]

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (حفظ اور ترتیبِ تلاوت کے حوالے سے) نصِ قرآنی ((Text)) کی تقسیم صرف دو حصوں میں کی گئی (اور رائج) تھی۔ یعنی آیات اور سورتوں کی شکل میں۔ قرآن کریم کی دیگر تقسیمات مثلاً اجزاء و احزاب اور ان کے انصاف ' ارباع و غیرہا اور سورتوں کی رکوعات میں تقسیم وغیرہ یہ سب عہدِ نبویؐ کے بہت بعد مختلف ضروریات کے تحت وجود میں آئیں۔ اور اسی لئے یہ تقسیمات تمام عالمِ اسلام میں یکساں بھی نہیں۔ البتہ قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں والی نبویؐ تقسیم ہر جگہ یکساں رائج ہے۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ قرآن کی آیات یا سورتوں کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ گویا لفظ "آیہ" یا "سورۃ" قرآن ہی سے لئے گئے ہیں۔

○ قرآن کریم کی عبارت کے ایک مخصوص اور مقررہ حصے کو "آیہ" کہتے ہیں جسے فارسی اور اردو میں "آیت" کی املاء سے لکھا جاتا ہے۔ آیت کے لئے یہ نام بھی آنحضورؐ نے ہی رکھا یا قرآن کے مطابق استعمال کیا ---- اور یہ کہ عبارت کا کتنا حصہ ایک آیت ہے' اس کا تعین بھی آپؐ نے باذنِ الٰہی خود ہی فرمایا۔ یعنی یہ تمام چیز توقیفی ہے۔ اس میں کسی قیاس یا اجتہاد کا دخل نہیں ہے[2] اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حروفِ

---

[1] السبانی ص ۳۹ بعد ' الزنجانی ص ۷۹ ' الزرقانی ۱: ۳۳۹ بعد اور القاضی ص ۱۱۴ بعد۔ میں ترتیب آیات کی توقیف کے بارے میں بہت سی روایات جمع کردی گئی ہیں۔

[2] مزید وضاحت کے لئے دیکھئے۔ البرہان ۱: ۲۶۶۔ ۲۶۸۔ اور الزرقانی ۱: ۳۳۳ بعد

مقطعات کے ایک چار حرفی مجموعہ "المٓصٓ" کو ایک آیت شمار کیا گیا ہے مگر اس سے ملتے جلتے مجموعہ "المٓرٰ" کو آیت شمار نہیں کیا گیا۔ اسی طرح دو حرفی مجموعہ "یٰسٓ" کو تو آیت گنا گیا ہے مگر اس سے مشابہ لفظ "طٰسٓ" کو آیت نہیں سمجھا گیا۔ اسی طرح پانچ حرفی مجموعۂ مقطعات میں سے "کٓھٰیٰعٓصٓ" کو ایک آیت شمار کیا گیا ہے مگر اسی قسم کے دوسرے مجموعہ "حٰمٓ عٓسٓقٓ" کو دو آیات شمار کیا گیا ہے۔ علم الفواصل میں شمارِ آیات کے بارے میں جو اختلاف ہوئے ہیں اس کی وجہ بھی یہی توقیف ہے' کیونکہ توقیفی علم آگے منتقل کرنے کے لئے روایت کی ضرورت ہے اور روایت میں اختلاف کے اسباب پیدا ہو سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کے دوران' خصوصاً نمازوں میں' عموماً ہر آیت پر وقف فرماتے تھے اور اس کا مقصد "عددِ آیت" کی تعلیم یا آگاہی دینا ہوتا تھا[۱] اور بعض دفعہ مضمون کی مناسبت سے آیت کے اختتام پر وقف نہیں بھی کرتے تھے یا بعض دفعہ مضمون ہی کی مناسبت سے اختتامِ آیت کی بجائے دوسری جگہ وقف فرما لیتے تھے' جسے بعض صحابہؓ نے اختتامِ آیت سمجھ لیا اور اسی طرح آگے روایت کیا' جب کہ دوسرے صحابہؓ کو معلوم تھا کہ فلاں جگہ وقف آیت کے اختتام کے بغیر بھی ہوا ہے۔ قرآن کریم کی آیات کے شمار (عدِّ آیات یا علم الفواصل) میں جو سات مختلف روایات (مدنی الاول' مدنی الاخیر' مکی' بصری' دمشقی' حمصی اور کوفی) رائج ہیں ان کی بنیاد یہی اختلافِ روایت ہے۔[۲] ورنہ آیت کی گنتی میں اختلاف کا مطلب یہ نہیں کہ کسی نے کچھ آیات لے لیں اور کسی نے چھوڑ دیں۔ بلکہ یہ اختلاف صرف اختتامِ آیت کے مقام (یعنی فاصلہ) کے بارے میں ہے۔ کسی نے سمجھا آیت فلاں جگہ ختم ہوتی ہے' کسی نے سمجھا فلاں جگہ ختم ہوتی ہے۔

آیات کے سلسلے میں تیسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہر ایک آیت کی اندرونی ترتیبِ کلمات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی (باذنِ الٰہی) تعلیم کردہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ نصِ قرآنی کی اس سب سے چھوٹی اکائی (Unit) کا نام "آیہ" بھی آپؐ نے رکھا۔ پھر ایک آیت کی مقدار کا تعین بھی آپؐ نے خود فرمایا اور ہر ایک آیت کی اندرونی ترتیبِ (کلمات) بھی آپؐ نے ہی مقرر کی۔ اور یہ سب کچھ امرِ الٰہی کے موافق (یعنی توقیفی) تھا۔

۱۔ "کان یقف علی رؤس الآی للتوقیف" ۔ دیکھئے البرہان ۱: ۲۵۲

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الزرقانی ۱: ۳۳۶ بعد

○ عہدِ نبوی میں نصِ قرآنی کا دوسرا مجموعہ (Unit) "سورۃ" تھا۔ یعنی قرآن کریم آیتوں کی طرح سورتوں میں بھی منقسم تھا۔ قرآن کریم کی سورتوں کے بارے حسبِ ذیل امور قابل ذکر ہیں۔

۱۔ یہ نام (لفظ "سورۃ") بھی آپؐ کا اختیار کردہ ہے (جو دراصل قرآن سے ہی لیا گیا)۔

۲۔ قرآن کریم کل ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے اور سورتوں کی یہ تعداد بھی خود آنحضورؐ کی ہی مقرر کردہ ہے[۱]

۳۔ ان تمام سورتوں کے نام بھی توقیفی ہیں' یعنی یہ سب نام بھی آپ ہی کے رکھے ہوئے ہیں۔ بعض سورتوں کے ایک سے زائد نام بھی آپؐ ہی کے بتائے ہوئے ہیں۔ بعد میں لوگوں نے مضمون کی مناسبت سے بھی بعض سورتوں کے لئے مزید نام وضع کر لئے۔ تاہم یہ صرف صفاتی نام ہیں جو قرآن کے اندر بطور عنوان کبھی نہیں لکھے جاتے البتہ ۱۶ سورتوں کے متبادل نام (توقیفی ہونے کی بناء پر) بعض ایشیائی اور زیادہ تر عرب اور افریقی ملکوں کے مصاحف میں بطور عنوان استعمال ہوتے ہیں[۲]

۴۔ قرآن کریم کی ہر سورت کے اندر آیتوں کی تعداد' ہر سورت کے شروع میں (سوائے سورۃ التوبہ کے) بسم اللہ کا التزام اور سورۃ کے اندر آیات کی ترتیبِ تلاوت بھی توقیفی ہے۔ یعنی یہ بھی آپ ہی کی مقرر کردہ ہے۔ اس بات پر امت کا اجماع ہے اور بکثرت نصوص و روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ اول خود آپؐ بذریعہ جبرئیلؑ آیات کی اس (اندرونِ سورت) ترتیبِ تلاوت سے آگاہ ہوتے اور پھر صحابہؓ کو ہر آیت کا موقع تلاوت متعین کر کے بتا دیتے تھے[۳] اور پھر اس ترتیب کے مطابق حفظ کرنے اور بکثرت تلاوت کرتے رہنے پر زور دیتے تھے۔ جو صحابہؓ مکمل قرآن حفظ نہ کر سکتے وہ قرآن کی

---

[۱] المبانی ص ۱۵' الاتقان ۱: ۶۴' البرہان ۱: ۲۴۹

[۲] مذکورہ سولہ متبادل ناموں کے لئے دیکھئے انجمن حمایت اسلام کے مطبوعہ قرآن مجید کے مقدمہ میں فہرست ۵۔ نیز القاضی ص ۱۳۳ تا ۱۳۷ جہاں ۳۸ سورتوں کے متبادل نام دئے ہیں اور اس تصریح کے ساتھ کہ ان میں سے کون سے توقیفی ہیں اور کون سے اجتہادی یا قیاسی نام ہیں۔ مزید دیکھئے الاتقان ۱: ۵۲-۵۶ اور البرہان ۱: ۲۶۹

[۳] زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے الاتقان ۱: ۶ بعد' البرہان ۱: ۲۵۶ بعد' الزنجانی ص ۲۹' الزرقانی ۱: ۳۳۹ بعد اور القاضی ص ۱۱۴ تا ۱۱۹ جہاں اس موضوع سے متعلق کافی روایات جمع کی گئی ہیں۔

مختلف سورتوں کو حفظ کر لیتے تھے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک قرآن کی تمام سورتوں کے نام اور ہر سورت کی اندرونی ترتیبِ آیات (نبی کریمؐ کے فرمانِ حفظ اور تاکیدِ تلاوت کے ساتھ نمازوں میں اسی ترتیبِ آیات کے ساتھ سورتوں کی تلاوت کی بناء پر) ایک جانی پہچانی چیز بن چکی تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے کر لیجئے کہ مصاحفِ عثمانی کی تیاری کے وقت کسی بھی سورت کی اندرونی ترتیبِ آیات کے بارے میں کسی طرح کا کوئی ادنیٰ اختلاف بھی مروی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا جاتا' جیسا کہ لفظ "تابوت" کی املاء کے بارے میں ہوا۔

۵۔ قرآن کریم میں سورتوں کی موجودہ ترتیبِ تلاوت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ (ترتیبِ سُوَر) بھی توقیفی ہے یا صحابہؓ کے اجتہاد سے یہ ترتیب اختیار کی گئی۔ اگرچہ زیادہ دلائل اس بات کے حق میں جاتے ہیں کہ یہ ترتیبِ سُوَر بھی (کُل کی کُل یا اس کا معتدبہ حصہ) توقیفی تھا۔ تاہم بہت سے اہلِ علم ترتیبِ سُوَر کے اجتہادی ہونے کے قائل بھی ہوئے ہیں۔ ہم یہاں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ یہ ہمارے موجودہ موضوع کے دائرہ کار سے خارج ہے[1] ویسے اس اختلاف سے قرآن کریم کی حفاظت پر کوئی حرف نہیں آتا' کیونکہ قرآن کریم کی مکمل ۱۱۴ سورتوں کا علیحدہ علیحدہ (اپنے ناموں سمیت اور اپنی اندرونی ترتیبِ آیات کے ساتھ) حفظ و تلاوت کا سلسلہ معروف اور متعارف تھا۔

○ موجودہ ترتیبِ سُوَر توقیفی ہے یا اجتہادی؟ اس بارے میں ایک سے زیادہ آراء و اقوال موجود ہیں' مگر یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ سورتوں کی موجودہ ترتیبِ تلاوت ان کی ترتیبِ نزول سے بالکل مختلف ہے۔ اسی طرح سورتوں کی اندرونی ترتیبِ آیات کے توقیفی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ سورتوں کی اس اندرونی ترتیبِ آیات میں بھی ترتیبِ نزول کی پابندی نہیں کی گئی۔ بلکہ بعض دفعہ مکی دور کی سورتوں میں مدنی دور کی آیات اور کبھی مدنی دور کی سورتوں میں مکی دور کی آیات کو بھی جگہ دی گئی۔ اور یہ سب کچھ آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق ہوا۔

---

[1] چاہیں تو اس بحث کے لئے دیکھئے الاتقان ۱: ۶۲ بعد' البرہان ۱: ۲۵۷ بعد' الزرقانی ۱: ۳۴۶ بعد' السیانی ص ۲۷ بعد اور صبحی ص ۷۰ بعد

○ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں قرآن کی ترتیبِ نزول جاننے کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ اس کے جاننے میں کون سا فائدہ یا کون سی حکمت مطلوب ہو سکتی ہے؟ ترتیبِ نزول کو معلوم کرنے کے ذرائع کون سے ہو سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں اہلِ علم نے اب تک کیا کچھ کوششیں کی ہیں؟ اور کیا اس قسم کی کوششوں کو حتمی طور پر درست اور غیر ناقص قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہم اپنے زیر نظر مضمون میں ان ہی سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

○ ہم نے ابھی اوپر بیان کیا تھا کہ قرآن کریم کی ترتیبِ نزول کی حفاظت شارع علیہ السلام کا مقصد ہی نہ تھا' نہ آپؐ نے کبھی مسلمانوں کو اس کا حکم دیا۔ آپؐ صرف قرآن کی ترتیب تلاوت کو قائم کرنے اور اسے مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں بٹھانے پر مامور تھے۔ اور یہ کام آپؐ نزولِ قرآن کی پوری مدت (قریباً ۲۳ برس) میں سرانجام دیتے رہے اور اسے آپؐ نے مکمل فرما دیا۔ آپؐ نے خود کسی ایک سورت کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ مکی دور سے متعلق ہے یا مدنی دور میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیز (ترتیبِ نزول کی حفاظت یا اس کا علم) کو مسلمانوں کے دینی فرائض میں کبھی شامل ہی نہیں کیا[۱]

○ البتہ صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد کو (جن کی عمر کا بڑا حصہ آنحضورؐ کے ساتھ مکہ اور مدینہ میں گذرا) اپنے مشاہدہ اور موقعہ پر موجود ہونے کے باعث' قرآن کریم کی بکثرت سورتوں اور آیتوں کے زمانۂ نزول' مقامِ نزول اور سببِ نزول (یعنی ان کے تاریخی پس منظر) کے متعلق معلومات حاصل تھیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (جو مکہ کے ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے) کا یہ قول متعدد کتابوں میں منقول ہوا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ قرآن کی کوئی سورت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں نازل ہوئی؟ اور قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی تھی[۲]

○ صحابہؓ کی یہ ذاتی معلومات بعض اغراض اور ضروریات کے تحت آگے تابعین کو منتقل ہوئیں۔ مثلاً (ا) قرآن کی بعض آیتوں کے فہم کے لئے ان کے زمانۂ نزول اور سببِ

---

[۱] البرہان ۱: ۱۹۱ - ۱۹۲' صبحی ص ۱۷۸' القاضی ص ۱۰۱۔

[۲] الزرقانی ۱: ۱۸۹' نیز "صبحی" اور "القاضی" کے مندرجہ بالا حوالے۔

نزول کا جاننا ضروری تھا۔ جیسے سیرتِ طیبہ کے بعض واقعات —— ہجرت یا غزوات وغیرہا—— سے متعلق بعض آیات کی صورت میں۔ (۲) بعض دفعہ قرآن کی ایک ہی موضوع پر دو آیات (کے احکام) میں بظاہر تعارض کو حل کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ جو آیت بلحاظِ نزول مقدم (پہلے کی) ہو اسے منسوخ یا مخصّص یا مقیدَّ سمجھا جائے اور جو بلحاظِ نزول مؤخر (بعد کی) ہو اسے ناسخ یا مخصِّص یا مقیِّد سمجھا جائے۔ (۳) اسی طرح شریعت کے احکام میں تدریج کے اصول کو سمجھنے کے لئے بھی آیات و سُوَر کے زمانۂ نزول کی تقدیم و تاخیر کا جاننا ضروری تھا۔ مثلاً حرمتِ خمر کے احکام جو چار مراحل میں مکمل ہوئے۔

○ اس طرح تفسیری اور فقہی ضروریات کے تحت قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کے زمانۂ نزول کے بارے میں معلومات کی روایات حسبِ موقع اور حسبِ ضرورت جمع ہوتی گئیں۔ ویسے قرآن کریم کی ترتیبِ تلاوت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی ترتیبِ نزول کے بارے میں معلومات کا ریکارڈ بھی جمع ہو جانا—— قرآن کی حفاظت کا ایک دلچسپ پہلو بھی سامنے لاتا ہے[۱]

○ قرآن کریم کی ترتیبِ نزول کے تعین میں پہلی کوشش یہ تھی کہ قرآنی سورتوں کے مکی یا مدنی (دور سے متعلق) ہونے کا تعین کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کی ترتیبِ نزول (یا سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے) کے بارے میں معلومات کا واحد ذریعہ صحابہؓ ہی تھے۔ یہ کام روایت یا نقل پر منحصر تھا۔ اس میں کسی اجتہاد یا قیاس کا دخل ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ مختلف سورتوں کے بارے میں یہ معلومات صحابہؓ سے حاصل کی گئیں اور اس سے مکی اور مدنی دور کی سورتوں کی ترتیب نزول متعین کرنے کی کوشش کی گئی۔ سورتوں کی "مکیت" اور "مدنیت" کی اس بحث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ علوم القرآن کی کوئی کتاب اس بحث سے خالی نہیں۔ اور السیوطی نے تو اپنی کتاب کا آغاز ہی مکی و مدنی (حصہ قرآن) کی بحث سے کیا ہے[۲] تاریخ القرآن اور علوم القرآن کی

---

[۱] ترتیب نزولی معلوم کرنے کی حکمتوں اور فوائد کے لئے دیکھئے۔ الاتقان ۱: ۸-۹، الزرقانی ۱: ۱۸۸، صبحی ص ۱۶۷-۱۶۸، القطان ص ۵۹-۶۰

[۲] الاتقان ۱: ۸-۱۸۔

بہت سی کتابوں میں مکی مدنی سورتوں کی ترتیبِ نزول کے مطابق فہرستیں ملتی ہیں۔ اس مضمون میں ان فہارس کو نقل کرنا بے حد (اور غیر ضروری) طوالت کا باعث ہو گا' اس لئے ہم قارئین کے لئے ایسی بعض فہرستوں کے حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اس قسم کی ایک (اور غالبًا پہلی) فہرست ابن الندیم (ت ۳۸۵ھ) نے مشہور صحابی نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے نقل کی ہے۔ اسی قسم کی متعدد فہرستیں مؤلف کتاب المبانی (جو آرتھر جیفری کی شائع کردہ کتاب "مُقدّمتانِ فِی عُلُومِ القرآن" میں چھپی ہے) نے اپنے مقدمہ میں دی ہیں۔ الزرکشی اور السیوطی کے علاوہ الزنجانی نے بھی اس طرح کی فہرست نقل کی ہے[1]

اس قسم کی فہرستوں کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "عَلٰی قَوْلِ الْاَکثر" قرآن کریم کی بالاتفاق مکی سورتیں ۸۲' بالاتفاق مدنی سورتیں ۲۰ اور مختلف فیہ سورتیں ۱۲ ہیں۔

○ کتبِ علوم القرآن کے مولفین نے بلحاظ ترتیبِ نزول مکی مدنی سورتوں کی فہرستیں ہی نہیں دیں' بلکہ اس موضوع سے متعلق بعض دیگر مباحث پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ مثلاً ۱۔ یہ کہ اصطلاح میں مکی اور مدنی دور سے (نزول قرآن کے لحاظ سے) کیا مراد ہے ؟ ۲۔ سورتوں کی "مکیت" یا "مدنیت" جاننے کا فائدہ کیا ہے؟ ۳۔ مکی مدنی سورتوں کی پہچان کے طریقے کیا ہیں۔ یعنی روایت و نقل کے علاوہ بلحاظ مضامین یا بلحاظ اسلوبِ بیان مکی مدنی سورتوں کے ایسے کون سے خصائص ہیں جن سے مکی مدنی کی شناخت میں مدد مل سکتی ہے؟ ۴۔ قرآن کی کون سی سورتیں باتفاق مدنی یا مکی ہیں؟ اور کون سی مختلف فیہ ہیں ؟ وغیرہ[2]

○ قرآن کریم کی سورتوں کی بحیثیتِ مجموعی ترتیبِ نزول متعین کرنے کے ساتھ ساتھ اہل علم نے روایتِ صحیحہ کی روشنی میں یہ بھی معلوم کیا کہ قرآن کی کون سی مکی سورتوں میں کون سی مدنی آیات ہیں یا اس کے برعکس کس کس مدنی سورت میں کون سی مکی آیت یا آیات رکھی گئی ہیں؟ مفسرین کو بعض آیات کی تفسیر میں اس قسم کی آیات (کے زمانۂ نزول) سے بحث کرنا پڑتی تھی۔ یوں سورتوں کی "مکیت" و "مدنیت" (اور

---

[1] دیکھئے الفہرست ص ۳۷ ـ ۳۹' المبانی ص ۸ ـ ۱۶' البرہان ۱: ۱۹۳ ـ ۱۹۴' الاتقان ۱: ۹ ـ ۱۰ اور الزنجانی ص ۵۸ ـ ۶۱

[2] اس قسم کے مباحث کی تفصیل کے لئے دیکھئے ـ البرہان ۱: ۱۸۷ ـ ۱۹۵' نیز الزرقانی ۱: ۱۸۵ تا ۱۹۷ اور صبحی صالح ۱۶۴ تا ۲۳۳۔

اس کے مطابق ترتیبِ نزول) کے ساتھ ساتھ آیات کی "مکیت و مدنیت" پر بھی معلومات جمع ہو گئیں۔ یہ ہم پہلے بیان کر ہی چکے ہیں کہ سورتوں کی اندرونی ترتیبِ آیات توقیفی ہے اور مکی دور کی سورتوں میں مدنی دور کی آیات یا اس کے برعکس مدنی دور کی سورتوں میں بعض مکی آیات کی جگہ متعین کرنے کا کام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذنِ الٰہی کر دیا تھا۔ السیوطی نے الاتقان میں ایک خاص فصل اس موضوع کے لئے مختص کی ہے کہ قرآن کریم کی کون کون سی مکی یا مدنی سورتوں میں کون سی استثنائی آیات (یعنی مکی سورت میں مدنی آیات یا اس کے برعکس) داخل کی گئیں[۱] اس فصل کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی اندازاً ۳۵ مکی سورتوں میں ڈیڑھ سو (۱۵۰) کے قریب مدنی آیات ہیں اور پانچ مدنی سورتوں میں چودہ مکی آیات ہیں۔

○ ان معلومات کی روشنی میں قرآنی سورتوں کی ایسی فہرست تیار کرنا بھی ممکن ہو گیا جس میں سورتوں کی ترتیبِ نزولی کے ساتھ ساتھ کسی سورت کی مکی یا مدنی آیات کا تعین بھی کر دیا جائے۔ اس قسم کی فہرست کی تیاری کا بنیادی مواد حدیث، تفسیر، سیرت اور علوم القرآن کی کتابوں میں منتشر طور پر موجود ہے۔ تاہم اس مواد کو مرتّب اور مربوط شکل میں (بطور فہرست) پیش کرنا خاصا محنت طلب کام ہے۔ تاہم بعض اہل علم حضرات نے (جن میں جیسا کہ آگے بیان ہو گا، بعض مستشرقین بھی شامل ہیں) ایسی فہرستیں واضح طور پر مربوط انداز میں تیار کی ہیں۔ اس قسم کی ایک فہرست الزنجانی نے بھی دی ہے۔ اس فہرست میں سورتوں کے نام تو ترتیبِ نزولی کی بجائے ترتیبِ تلاوت کے لحاظ سے لکھے گئے ہیں تاہم ہر ایک سورت کے ساتھ یہ اندراج بھی ہے کہ وہ مکی ہے یا مدنی؟ اور اس میں استثنائی آیات (یعنی دوسرے دور کی) کون سی ہیں؟ نیز یہ کہ وہ سورت کون سی سورت کے بعد نازل ہوئی تھی؟ الزنجانی نے اپنی اس فہرست کے مصادر میں ابن الندیم کی الفہرست اور البقاعی کی ایک مطبوعہ کتاب "نظم الدّرر" کے علاوہ مستشرق نولڈکی کا بھی ذکر کیا ہے[۲] لیکن غالباً یہ فہرست حکومتِ مصر کی اس فہرست سے ماخوذ (بلکہ اس کی نقل) ہے جس کے اندراجات کو حکومتِ مصر نے اپنے "مصحف الملک" میں عنواناتِ

۱۔ الاتقان ۱: ۱۴ - ۱۷۔

۲۔ دیکھئے الزنجانی ص ۴۹ تا ۵۲۔

سُوَر کی شکل میں سمو لیا تھا۔ حکومتِ مصر کا یہ مصحف ۱۳۴۲ھ میں شائع ہو چکا تھا جب کہ الزنجانی کی کتاب ۱۳۸۸ھ میں شائع ہوئی تھی۔

○ اسی قسم کی ایک فہرست جو قرآن کی سورتوں کی ترتیبِ نزول اور ان میں مکی مدنی آیات کی تفصیل پر مشتمل ہے' مولوی ظفر اقبال مرحوم نے (حکومتِ مصر کے مصحف سے استفادہ کے اعتراف کے ساتھ) تیار کی تھی۔ یہ فہرست پہلی دفعہ انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے مصحف مطبوعہ ۱۳۵۴ھ میں شائع ہوئی تھی اور پھر ٹیکجز لمیٹڈ کے مطبوعہ "تجویدی قرآن" ۱۳۹۱ھ میں بھی شائع ہوئی۔ (ان دونوں مصاحف کی تیاری مولوی صاحب مرحوم کے زیرِ اہتمام ہوئی تھی) ان دونوں فہرستوں میں سورتوں کا نمبر تسلسل (نمبر شمار) بھی ترتیبِ نزول ہی کے مطابق دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی سورت کا نمبر بلحاظ ترتیبِ تلاوت بھی دے دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ہر سورت کی استثنائی آیات (یعنی مکی سورت میں مدنی آیات یا اس کے برعکس) کا ذکر بھی ہے اور یہ بھی کہ یہ سورت کون سی سورت کے بعد نازل ہوئی تھی۔

○ حدیث' تفسیر' سیرت کی کتابوں میں قرآن کی ترتیبِ نزول کے بارے میں جو مواد منتشر طور پر موجود تھا اسے علوم القرآن پر تالیفات میں یکجا اور ذرا بہتر مرتب شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم ان کتابوں سے استفادہ اہلِ علم تک محدود تھا۔ غالبًا اسی لئے بعض اہلِ علم نے قرآنی سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے' ان کی ترتیبِ نزول اور ان کے متعلق بعض دیگر معلومات کو مصاحف کے اندر سورتوں کے عنوانات میں درج کرنا شروع کر دیا' جس کی بناء پر عام آدمی کو بھی مصحف کے اندر ان عنوانات کے اندراجات کے ذریعے قرآنی سورتوں کی ترتیبِ نزول اور ترتیبِ تلاوت کے بارے میں بنیادی معلومات یکجا مل جاتی ہیں۔

○ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مصاحف (نسخہ ہائے قرآن) کے اندر عنوانِ سورت (اور اس سے متعلق دیگر مندرجات) کے ارتقاء پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ یہ دلچسپ قصہ مسلمانوں کے قرآن کی حفاظت کے اہتمام پر بھی دلالت کرتا ہے اور بالآخر اس کا تعلق ترتیبِ نزول سے بھی بنتا ہے۔

○ یہ بات تاریخ القرآن اور جمع و تدوینِ قرآن کی ہر ایک کتاب میں مذکور ہے کہ

مصاحفِ عثمانی (جو نسخے حضرت عثمانؓ نے صوبائی صدر مقامات پر بھیجنے کے لئے تیار کرائے تھے) میں ہر نئی سورت کے شروع میں (سوائے سورۃ التوبہ کے) صرف بسم اللہ لکھی گئی تھی۔ نئی شروع ہونے والی سورت کے بارے میں کوئی مزید معلومات (حتیٰ کہ عنوان سورت یعنی سورت کا نام تک) کا اندراج نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ سورۃ کا نام تلاوتِ قرآن میں شامل نہ تھا۔ یہ تو قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیبِ تلاوت کی حفاظت کا کرشمہ تھا کہ پڑھنے والا خود سمجھ لیتا تھا کہ کہاں سے کون سی سورت شروع ہوتی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب (پیرس) کے اہتمام سے ۱۹۸۰ء میں امریکہ سے مصحفِ تاشقند (جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مصاحفِ عثمانی میں سے ایک ہے) کے فوٹو کاپی سے حاصل کردہ جو "عکوس" شائع ہوئے ہیں اس میں اس چیز (دو سورتوں کے درمیان صرف بسم اللہ لکھا جانا) کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ نسخہ مذکورہ مصاحفِ عثمانی میں سے ہے یا نہیں مگر اس کی یہ خصوصیت مصاحفِ عثمانی کے ٹھیک مطابق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رواج کم از کم دوسری صدی کے اوائل تک رہا' کیونکہ دکتور صلاح الدین المنجد نے اپنی کتاب "دِرَاسَاتُ فِی تَارِیخِ الخَطِّ العَرَبِی" میں قاہرہ اور استنبول کے خزائن میں موجود بعض قدیم مصاحف (جن میں سے بعض حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ اور عقبہؓ بن عامر وغیرہم کی طرف منسوب ہیں) کے بعض صفحات کے جو فوٹو شائع کئے ہیں ان میں بھی یہ چیز دیکھی جا سکتی ہے[1] بلکہ لندن کے ۱۹۷۶ء والے "مہرجان العالم الاسلامی" کے سلسلے میں نمائش مصاحف کی جو فہرست چھپی تھی اس میں تو چوتھی صدی ہجری کے قیروان میں مکتوب ایک نسخۂ قرآن کا جو صفحہ دیا گیا ہے اس میں بھی دو سورتوں کے درمیان صرف بسم اللہ ہی لکھی گئی ہے۔ البتہ اوپر ایک آرائشی لکیر ڈال دی گئی ہے (راقم الحروف کا خیال ہے کہ کیٹلاگر (فہرست ساز) نے اس نسخہ کی تاریخ کتابت کا اندازہ غلط لگایا ہے)[2]

○ بعد میں (غالباً عباسی دور میں) عنوان کے طور پر صرف سورت کا نام اور اس کی

۱۔ دیکھئے "دراسات" ص ۵۴ شکل ۲۵' ص ۵۸ شکل ۲۸' ص ۶۰ شکل ۲۹' ص ۶۵ شکل ۳۰' ص ۶۶ شکل ۳۱' ص ۹۰ شکل ۴۶' ص ۹۲ شکل ۴۷' ص ۹۳ شکل ۴۸' ص ۹۴' شکل ۴۹ اور ص ۹۵ شکل ۵۰۔

۲۔ دیکھئے فہرست نمائش (جو The Quran ہی کے عنوان سے شائع ہوئی تھی) ص ۲۵ پر نسخہ نمبر ۱۱ کے صفحے کا عکس۔

آیات کی تعداد لکھی جانے لگی۔ اور قرآن کریم کے اندر اس "غیر قرآنی" اندراج کی (جو تلاوت کا جزء نہیں تھا) "جرأت" بھی اس بناء پر کی گئی کہ قرآن کی ہر سورت کا نام اور اس کی آیات کی تعداد اور ان (آیات سورت) کی اندرونی ترتیب بھی تو قیفی ہے' یعنی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کردہ ہے۔ اور آیاتِ سورت کی گنتی عنوان میں لکھنے کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ کاتب پڑتال کر لے کہ لکھنے میں سورت کی کوئی آیت چھوٹ تو نہیں گئی ہے۔ ابتدائی زمانے میں اختتام آیت پر ہندسوں کی شکل میں آیت کا نمبر شمار (آج کل کی طرح) نہیں لکھا جاتا تھا۔ البتہ گنتی کی پڑتال کا یہ طریقہ تھا کہ ہر پانچ آیتوں کے بعد ایک خاص نشان اور ہر دس آیات کے اختتام پر ایک مخصوص نشان بنا دیا جاتا تھا۔ اس طرح پانچ پانچ اور دس دس آیات کے مجموعوں سے پوری سورت کی آیات کی گنتی نسبتاً جلدی کی جا سکتی تھی۔ بعض افریقی ممالک (خصوصاً نائیجریا) میں یہ پانچ اور دس آیات کے اختتام پر مخصوص علامت بنانے کا رواج اب بھی موجود ہے۔

○ یہ تو معلوم نہیں کہ سب سے پہلے کہاں اور کس کے ہاتھوں عنوانِ سورت کے طور پر اس کا نام اور اس کی آیات لکھنے کی ابتداء ہوئی۔ تاہم قرآن کریم کے قدیم مخطوطات کے جو نمونے کتابوں کے ذریعے دستیاب ہیں ان کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چیز (عنوان سورت اور تعداد آیات لکھنے) کا قدیم ترین اندراج تیسری چوتھی صدی ہجری کے خطِ کوفی (جو اس دور میں کتابت مصاحف میں مستعمل واحد خط تھا) لکھے گئے مصاحف میں ملتا ہے[1]

بعد میں (آخری عباسی دور میں) جب قرآن کریم کی کتابت کے لئے خطِ کوفی کی بجائے خطِ نسخ اور ریحان و ثلث وغیرہ کا رواج ہوگیا تو بھی یہی طریقہ (عنوان سورت مع تعداد آیات لکھنے کا) جاری رہا[2] اس عرصے میں قرآنی سورتوں کی ترتیبِ نزول خصوصاً ان کی " مکیت اور مدنیت" متعین ہو کر علوم القرآن کی کتابوں میں مدون ہو چکی تھی۔ تاہم کسی سورت کے نام کے ساتھ (عنوان میں) مصحف کے اندر اس کے " مکیہ یا مدنیہ" ہونے کا اندراج کرنے سے پرہیز کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ سورتوں کی مکیت یا مدنیت نہ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی اتنی حتمی اور قطعی ہے جتنا

1۔ مثلاً دیکھئے مارٹن لنگز کی پلیٹ نمبر۲' نمبر۴' نمبر۵' نمبر۷

2۔ مثلاً دیکھئے مارٹن لنگز کی پلیٹ نمبر۲۳' نمبر۲۴' نمبر۳۰' نمبر۳۳

سورت کا نام اور اس کی آیات کی تعداد۔ مارٹن لنگز کے شائع کردہ نمونہ ہائے مصاحف سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً قدیم ترین مصحف بخطِ کوفی جس میں سورۃ القریش کا "مکیہ" ہونا مذکور ہے وہ ۴۸۵ھ کا تحریر کردہ ہے[1] اور خطِ نسخ میں مکتوب مصاحف میں تو سورتوں کے نام کے ساتھ "مکیہ" یا "مدنیہ" لکھنے کا رواج غالباً ساتویں صدی ہجری بلکہ اس کے بھی بعد شروع ہوا[2] مغرب (اندلس) کے مصاحف میں بھی مشرق کی تقلید میں سورت کا نام اور تعدادِ آیات بطور عنوان لکھنے کا رواج تو غالباً پہلے شروع ہوا مگر عنوانِ سورت کے ساتھ "مکیہ" یا "مدنیہ" لکھنے کا رواج غالباً چھٹی صدی ہجری کے بعد شروع ہوا[3] تاہم صرف سورت کا نام اور تعداد آیات لکھنے کا رواج اس کے بعد بھی (آٹھویں صدی ہجری یا اس کے بعد تک) جاری رہا[4]

○ جب سورتوں کے عنوان میں سورت کے نام اور اس کی تعدادِ آیات کے علاوہ اس کے "مکیہ" یا "مدنیہ" لکھنے کا رواج پکا ہوگیا اور لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ عنوانِ سورت اور اس کے مندرجات قرآن کے اندر ایک غیر قرآنی اضافہ (یعنی نص یا متنِ قرآن کا حصہ نہیں) ہے اور اب یہ امکان نہیں کہ اس قسم کے اندراجات کو کوئی آدمی قرآن کا حصہ سمجھنے لگے گا ـــــ تو اس کے بعد عنوان سورت میں بعض مزید اضافے (ازدیادِ معلومات کے لئے) کئے جانے لگے، مثلاً سورت کے رکوعات کی تعداد بھی لکھنے لگے۔ (سورتوں کی رکوعات میں تقسیم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا اضافہ ہے اور اس کا رواج بھی صرف بعض مشرقی ممالک تک محدود ہے)۔ اور بعض دفعہ کاتب حضرات اس سے آگے بڑھ کر "عَدَدُ کَلِمَاتِھَا وَ حُرُوفِھَا" بھی لکھنے لگے۔

○ ۱۳۴۲ھ میں جب حکومتِ مصر نے اپنا مشہور "مصحف الملک" یا "مصحفِ امیری" شائع کیا تو اس وقت تک قرآن کی ترتیب نزول کے بارے میں مستشرقین کی

---

[1] مثلاً دیکھئے مارٹن لنگز کی پلیٹ نمبر ۱۴

[2] مثلاً دیکھئے مارٹن لنگز کی پلیٹ نمبر ۲۵، نمبر ۲۶

[3] مثلاً دیکھئے مارٹن لنگز کی پلیٹ نمبر ۹۸

[4] مثلاً دیکھئے مارٹن لنگز کی پلیٹ نمبر ۹۹، نمبر ۱۰۳، اور نمبر ۱۰۴

یہ سب ہماری محدود معلومات اور اس کے مراجع ہیں۔ ممکن ہے کوئی اہل علم اس پر مزید روشنی ڈال سکے۔

"علمی تحقیقات" (جس پر ہم ابھی آگے بات کریں گے) کا چرچا اور شہرت عام ہو چکی تھی۔ غالبًا ان لوگوں کی غلط فہمیوں، مغالطوں اور مفروضات سے متنبہ کرنے کے لئے حکومتِ مصر نے اپنے اس نسخۂ قرآن میں عنوانِ سورت کے ساتھ سورت کی ترتیبِ نزول کے بارے میں بعض معلومات کا اندراج کردیا۔ مثلاً یہ کہ (۱) سورت مکیہ ہے یا مدنیہ (۲) اور اس میں کون سی آیات بلحاظِ نزول دوسرے دور (مکی یا مدنی) سے متعلق ہیں (۳) اور یہ کہ یہ سورت کون سی سورت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ یعنی اس سے پہلے کون سی سورت نازل ہوئی تھی ـــــ مصری نسخہ میں ان چیزوں کا تعین اہلِ علم کی ایک جماعت (کمیٹی) کی تحقیق سے کیا گیا تھا۔ اور یہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیبِ نزول (یا زمانۂ نزول) سے متعلق تمام مستند روایات کو مرتب اور منضبط شکل میں جمع کرنے کی پہلی کامیاب اور قابلِ اعتماد کوشش تھی۔ اس کے بعد سے جہاں عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف کی تیاری میں عمومًا مذکورہ مصحفِ امیری کی بہت سی تصریحات کو سامنے رکھا جانے لگا ہے، وہاں ان ممالک میں متعدد ایسے مصاحف شائع ہوئے ہیں جن کے اندر "عنوانِ سورت" میں ترتیبِ نزول سے متعلق مصحفِ حکومتِ مصر کی مذکورہ بالا تصریحات کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔ راقم الحروف کے ذاتی مجموعہ میں اس قسم کے حسبِ ذیل مصاحف موجود ہیں۔

(۱) مصحف الحلبی جسے مصطفیٰ الحلبی نے قاہرہ سے ۱۳۵۴ھ میں شائع کیا۔ یہ مصحف قراءتِ حفص کے مطابق ہے۔ اس مصحف کے ضبط کی بعض خصوصیات تھیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہی مصحف تھا جس کو ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ فقیر ریاض الدین نے خوبصورت رنگدار طباعت کے ساتھ مختلف سائز میں لاہور سے شائع کیا تھا اور پھر تاج کمپنی نے بھی فقیر صاحب والے نسخوں کی (رنگ اور طباعت کے لحاظ سے) ہو بہو نقل شائع کردی تھی۔

(۲) مصحف شریف بروایت ورش جو افریقی ملک غینیا (گنی) کے صدر مقام کوناکری سے ۱۳۵۶ھ میں شائع ہوا۔

(۳) قرآن مجید بروایت ورش جسے تجانی محمدی نے تونس سے ۱۳۷۹ھ میں شائع کیا۔ اس نسخہ کی کتابت بھی خود ناشر ہی کے ہاتھ کی ہے۔

(۴) قرآن کریم بروایت ورش خط مغربی جسے مصطفیٰ البابی نے ہی ۱۳۸۲ھ میں قاہرہ سے

شائع کیا۔

(۵) قرآن مجید بروایت ورش بخط افریقی ۱۳۹۲ھ میں دارالکتاب اللبنانی (بیروت) نے شائع کیا۔ اس نسخہ کی تصحیح شیخ الشنتیلی نے کی ہے۔

○ بعض مصاحف میں مصری نسخہ کی ترتیبِ نزول سے متعلق مذکورہ بالا جملہ تصریحات تو شامل نہیں کی گئیں البتہ سورت کے عنوان میں سورت کی مکیت مدنیت لکھنے کے ساتھ صرف یہ لکھا گیا ہے کہ یہ سورت کس سورت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ اس قسم کا ایک مصحف وہ ہے جو عبدالعزیز الخماسی کا مکتوبہ ہے۔ یہ بروایت قالون ہے اور ۱۳۹۷ھ میں تونس سے ہی شائع ہوا ہے۔

○ بعض مصاحف کے عنوانِ سورت میں سورت کا عددِ تلاوت (نمبر شمار بلحاظ ترتیبِ تلاوت) اور عددِ نزول (نمبر شمار بلحاظ ترتیبِ نزول) دونوں درج کئے گئے ہیں۔ اس کی مثال انجمن حمایتِ اسلام اور پیکجز لمیٹڈ کے شائع کردہ مصاحف ہیں۔ بعض مصاحف کے شروع میں ترتیبِ نزول کو ظاہر کرنے والی فہرست شامل کردی گئی ہے اور اسی فہرست میں استثنائی آیات (یعنی دوسرے دور کی آیات) کی بھی تصریح کردی گئی ہے۔ اسی قسم کا ایک نسخۂ قرآن وہ ہے جسے دارالتصنیف کراچی نے شائع کیا اور جو دراصل منشی ممتاز علی (دہلی) کے خاتم المصاحف کی عکسی نقل ہے۔

○ علوم القرآن کی کتابوں میں ترتیبِ نزول اور مکی مدنی سورتوں اور آیتوں کے مفصّل مباحث ہوں یا ان مباحث کی وہ تلخیص و اختصار جسے مصاحف میں سورتوں کے عنوانات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' یہ سب چیزیں مسلمان اہلِ علم کے قرآن کی ترتیبِ نزول سے شغف اور اس کے بارے میں بلکہ قرآنی علوم (Quranic Sciences) کے بارے میں ان کے اہتمام کا مظہر ہیں۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی ترتیبِ نزول اس کی ترتیبِ تلاوت کی طرح حتمی ' دقیق (Accurate) اور یقینی نہیں ہے اور نہ ہی ترتیبِ نزول کے بارے میں معلومات کو غیر ناقص اور غیر متنازعہ فیہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ درست بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات کی تو درکنار اس کی سورتوں کی صحیح ترتیبِ نزول کا تعین بھی ناممکن ہے۔[۱] وجہ ؟

۱؎ عزة دروزہ ج ۱ ص ۲

○ قرآن کریم کی بیشتر سورتیں بیک وقت نازل نہیں ہوئیں۔ اکثر سورتیں دو دو' تین تین یا زیادہ وقفوں سے نازل ہوئیں - سورت مکمل تو اس وقت ہوتی تھی جب اس کے تمام حصے نازل ہو چکتے تھے۔ اب اگر صرف مطلع سورت (ابتدائی حصہ) کے نزول کی بناء پر ترتیب مقرر کی جائے تو وہ سورت بلحاظِ نزول مقدم سمجھی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر اس کی تکمیل کو مد نظر رکھا جائے تو پھر اس کا نمبر نزول کے لحاظ سے بعد میں آتا ہے۔ سورتوں کی ترتیبِ نزول قائم کرنے کی جتنی بھی کوششیں کی گئی ہیں ان میں زیادہ تر سورتوں کے مطلع (ابتدائی حصہ) کے نزول ہی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس کی بڑی مثال سورۃ العلق ہے جس کے متعلق یہ بات تو قطعًا اور بلاشک و شبہ ثابت ہے کہ اس کی ابتدائی پانچ آیات ہی سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حراء میں نازل ہوئی تھیں' مگر اس کی باقی آیات یقینًا اس کے کچھ عرصہ بعد نازل ہوئیں۔ ان آیات کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک آپؐ کی مخالفت شروع ہو چکی تھی' بلکہ آپ کو حرم میں نماز پڑھنے سے روکا جانے لگا تھا - اور ظاہر ہے یہ مخالفت نزولِ وحیِ ابتدائی کے معًا بعد تو شروع نہیں ہوئی تھی۔ اور العلق کے آخری حصہ کے نزول سے پہلے بعض دوسری سورتوں (القلم' المزمّل' المدثّر) کے مطالع (ابتدائی حصے) نازل ہو چکے تھے' بلکہ غالبًا سورۃ الفاتحہ بھی (جسے نزولی نمبر پانچ دیا جاتا ہے) نازل ہو چکی تھی۔ اس لئے کہ العلق کے آخر میں حضورؐ کو نماز سے روکنے کا ذکر ہے اور نماز تو ابتداءِ وحی کے معًا بعد شروع ہوئی تھی اور الفاتحہ کا نماز سے تعلق بھی ابتدائی دور کا ہے۔

○ اس کے برعکس سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیات کا نزول وفدِ نجران کی آمد کے ساتھ ۹ھ میں ہوا' جب کہ اس سورت کے آخری حصہ میں وہ آیات ہیں جن کا تعلق جنگِ احد سے ہے جو ۳ھ میں ہوئی تھی۔ اسی قسم کی صورت سورۃ التوبہ کی ہے جس کی ابتدائی آیات ۹ھ کے آخری مہینوں میں نازل ہوئیں' جب کہ اس کے آخر کا حصہ جس میں جنگِ تبوک کا قصہ ہے' اس سے چند ماہ پہلے کا نازل شدہ ہے۔ دونوں سورتوں میں مطلعِ سورت بلحاظ نزول مؤخر ہے۔

○ اسی طرح بروایاتِ صحیحہ ثابت ہے کہ سورۃ الانعام مکی سورت ہے' مگر اس کی تین آیات (۱۵۱ تا ۱۵۴) بالاتفاق مدنی ہیں جو کئی برس بعد نازل ہوئیں' مگر آپؐ کے فرمان

کے مطابق ان کو اس سورت کے آخری حصے میں جگہ دی گئی۔ اسی طرح سورت النحل بالاتفاق مکی سورت ہے مگر اس کی آخری تین آیات (۱۲۶ تا ۱۲۸) یقیناً مدنی ہیں جن کو آنحضور نے باذنِ الٰہی اس سورت کے آخر پر جگہ دی۔

○ اس قسم کی آیات کے نزول اور ان کی سورتوں (جن میں وہ شامل ہیں) کے نزول کی تقدیم و تاخیر کے باعث درمیانی وقفہ میں کئی دوسری سورتیں نازل ہو چکی ہوتی تھیں۔ مگر یہ سب کچھ ترتیبِ تلاوت کے ذریعے مرتب کیا جارہا تھا اور اس ترتیبِ تلاوت کی حفاظت کے لئے کئی اقدامات کئے گئے تھے۔ اس لئے سورتوں کی ترتیبِ نزول کی تعین کو، کسی سورت کے ابتدائی یا معتدبہ حصہ کے نزول کی بناء پر "تجوّز اور ترجیح" کے قاعدے کے تحت قریباً "درست" اور "قابلِ قبول" ہی قرار دیا جاسکتا ہے[1] بعض سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے کے اختلاف کا باعث بھی یہی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ترتیبِ نزول کے تحفظ کو کبھی فرائضِ دینی میں شمار نہیں کیا، ورنہ بظاہر تو نزول کے خلاف مقرر ہونے والی ترتیبِ تلاوت کا تحفظ زیادہ مشکل تھا، مگر وہ امرِ الٰہی، فرمانِ رسولؐ اور دینی فریضہ تھا، اس لئے صحابہؓ نے تربیب نزول کی بجائے اس (ترتیبِ تلاوت) کے تحفظ پر زور دیا۔

○ تاہم اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ترتیبِ نزول کی ساری روایات ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اس بارے میں یقیناً صحیح اور معتبر روایات بھی موجود ہیں اور ان سے فہمِ قرآن میں، حوادثِ سیرۃ کو سمجھنے میں اور بعض شرعی احکام کے پس منظر کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

الزرکشی نے اسی لئے ایک فصل اس موضوع سے مختص کی ہے کہ ترتیبِ نزول کی دریافت، تعین اور اس کا حفظ وغیرہا ہرگز مقصود شرع اور فرائض امت میں سے نہیں ہے۔ بس یہ ایک علمی تحقیق اور ازدیادِ معلومات والی بات ہے، جس کا واحد ذریعہ صحابہؓ تھے۔ اس بحث کے اپنے کچھ دینی، علمی یا تاریخی فوائد ہیں اور بس[2] مسلمانوں کے نزدیک اس (ترتیب نزول) کی بحث کی حیثیت ایک "علمی بحث" سے زیادہ نہیں ہے۔

---

[1] دیکھئے عزۃ دروزہ ج ۱ ص ۱۲

[2] البرہان ۱: ۱۹۱۔۱۹۲

اگرچہ انہوں نے اس علمی بحث کے لئے مواد اور معلومات فراہم کرنے میں روایت و نقل کے علاوہ قیاس و اجتہاد سے بھی کام لے کر اتنا ذخیرہ مہیا کردیا ہے جسے ہم یقیناً قابل اعتماد اور قابل فخر کوشش کہہ سکتے ہیں، لیکن کام کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ اسے کسی طرح سے بھی دقیق، حتمی، یقینی اور غیر مختلف فیہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

☆ ☆ ☆

مستشرقین اور ترتیبِ نزول

○ یورپی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ بہت پہلے متعارف ہوچکا تھا۔ قدیم ترین لاطینی ترجمہ ۱۱۴۳ء میں ایک راہب رابرٹس نے کیا تھا۔ اس کے بعد سولھویں سترھویں صدی میں بعض دوسری (یورپی) زبانوں میں فرنچ، جرمن، اطالوی وغیرہ میں بھی ترجمے ہوئے۔ انگریزی میں جارج سیل کا ترجمہ ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا جسے خاصی شہرت حاصل ہوئی[۱]

○ انیسویں صدی مسیحی میں استشراق (مشرقی زبانوں اور مذاہب کا مطالعہ) کی ترقی سے یورپ کے بعض عیسائی اور یہودی مستشرقین کو قرآن کی ترتیبِ زمانی (نزولی) کو قائم کرنے اور اس کے مطابق قرآن کا مطالعہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ ان کے نزدیک ترتیبِ نزولی یا زمانی ہی قرآن کی اصلی (Original) ترتیب ہے اور قرآن کو سمجھنے کے لئے یہ ترتیب بنیادی اہمیت کی حامل ہے[۲]

○ مستشرقین کی (ترتیبِ نزول پر) اس توجہ کا محرک بعض علمی مقاصد بھی تھے اور صلیبی تعصب کے تحت قرآن اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے خلاف بے جا تنقید اور الزام تراشی کے لئے محاذ کھولنے کی مذموم خواہش بھی تھی۔ ایک اچھا اور معقول محرک یہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید نے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں عرب قوم کی جو کایا پلٹ دی، یہ قلبِ ماہیت مؤرخینِ عالم کے لئے نہایت دلچسپ اور موجب حیرت ہے۔ جنہیں یہ معلوم کرنا ہو کہ اسلام کن حالات میں جلوہ گر ہوا اور اس کی تدریجی ترقی کی صحیح کیفیت

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "تاریخ سیر ترجمہ" ص ۹ تا ۲۲، نیز الزنجانی ص ۹۱

۲۔ دیکھئے Denffer ص ۱۵۸

کیا تھی ان کے لئے قرآن مجید کا نزولی ترتیب کے مطابق مطالعہ لازمی ہے' تاکہ واضح ہوسکے کہ عرب قوم کی اصلاح کے لئے قرآنی احکام کس ترتیب سے نازل ہوتے رہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مطالعے کے لئے بھی بعض مورخین نے (جیساکہ آگے بیان ہوگا) قرآن کا نزولی ترتیب میں مطالعہ کیا ہے' تاکہ معلوم ہوسکے کہ حضورؐ کو زندگی کے کس مرحلہ پر کن کن مسائل سے سابقہ پڑا اور ان مسائل کے حل کے لئے قرآن حکیم کے کون سے احکام نازل ہوئے[۱]

○ اس سلسلے میں بعض مستشرقین نے اگر کوئی قابل تعریف کام کیا ہے تو وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی علمی لگن اور تحقیقی جذبہ کے تحت ترتیبِ نزول سے متعلق اسلامی مصادر و مراجع میں منتشر طور پر موجود مواد کو کھنگالا' اس کا جائزہ لیا اور اسے مرتب اور منضبط شکل میں پیش کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنی صلیبی عادات سے مجبور ہو کہ مختلف قسم کی قیاس آرائیوں' غلط فہمیوں بلکہ مغالطوں سے باز نہیں آتے۔ کہیں کسی سورت کی تاریخ کو وہ پیغمبرِ اسلامؐ کے مفروضہ نفسیاتی ارتقاء پر منحصر سمجھ لیتے ہیں اور کہیں امکانات اور قیاسات کو دلائل کی بنیاد بنا کر نتائج کا یکطرفہ یا من مرضی کا استنباط کرتے ہیں[۲]

○ جن مستشرقین نے قرآن کی ترتیبِ نزول سے بحث کی ہے ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے اپنی معلومات اور تحقیق کو مقالات یا فہارس کی شکل میں جمع کیا مگر مکمل قرآن کا ترجمہ نہیں کیا۔ ان میں زیادہ مشہور دو جرمن عالم گستاو وائل (G . Weil) اور تھیوڈور نولڈ کی (T.Noeldeke) اور ایک انگریز سرولیم میور (لائف آف محمدؐ کا مشہور مولف W.Muir) تھے۔

(ا) ویل (Weil) کی کتاب (جو ایک مجموعۂ مضامین تھا) سب سے پہلے ۱۸۴۴ء میں اور پھر بعض تبدیلیوں کے ساتھ ۱۸۷۲ء میں لیپزگ (جرمنی) سے شائع ہوئی۔ کتاب کا نام تھا Historicsh-Kritische Einleitung in der Koran جس سے اس کے بعد

۱۔ دیکھئے انجمن حمایت اسلام کے مطبوعہ نسخہ قرآن کے مقدمہ میں (فہرست ترتیب نزول) کا تعارف

۲۔ جو اس موضوع پر زیادہ تفصیل کے خواہش مند ہوں وہ پروفیسر محمد اجمل خان کی کتاب "ترتیب نزول قرآن مجید کا خصوصاً ص ۱۹ تا ۲۹ کا مطالعہ کریں اور ویسے بھی یہ اپنے موضوع پر جامع اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔

آنے والوں نے فائدہ بھی اٹھایا[1]

(۲) نوئل ڈکی (Noeldeke) کی کتاب "Geschichte des Qurans" یعنی تاریخ القرآن پہلی دفعہ ۱۸۶۰ء میں شائع ہوئی ۔ کتاب کا انداز علمی اور تحقیقی ہے' تاہم تعصب اور غلط فہمیوں سے خالی نہیں ہے[2] اس کے مصادر میں Weil کی کتاب بھی شامل ہے۔

(۳) ولیم میور نے اپنی مشہور کتاب "لائف آف محمدؐ" سب سے پہلے لندن سے ۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۱ء تک (چار سال میں) شائع کی تھی ۔ اس میں بھی سیرت کے واقعات کے ضمن میں قرآن کی ترتیبِ نزولی سے بھی بحث کی گئی ہے۔ تاہم اس موضوع پر اس کی اصل کتاب "The Coran,its composition & teaching" لندن ہی سے ۱۸۷۵ میں شائع ہوئی تھی[3]

ان تین حضرات کے علاوہ ترتیبِ نزول پر بعض تحقیقی مقالات لکھنے والوں میں گریم (H-Grimme) اور ہارٹ وگ ہرش فلڈ (Herschfled) کے نام بھی قابل ذکر ہیں[4]

○ اپنے سارے تعصب اور عناد کے باجود نوئل ڈکی اور ولیم میور نے تریبِ نزولِ قرآن کے بارے میں بعض اچھی فہارس بھی تیار کی ہیں[5] تاہم یہ فہارس یکسر اسلامی مصادر کے مطابق نہیں ہیں' اگرچہ بڑی حد تک اسلامی مصادر کو سامنے رکھا گیا ہے۔ غالبًا ان مستشرقین کے مغالطوں اور غلط فہمیوں کو دیکھ کر ہی حکومتِ مصر نے اپنے اہل علم سے سورتوں کی ترتیبِ نزول وغیرہ کے بارے میں وہ فہرست تیار کرائی جس کی معلومات کو ۱۳۴۲ھ والے مصحفِ امیری کے اندر سورتوں کے عنوانات کی شکل میں درج کرادیا تھا' جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔

○ مستشرقین کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ صرف قرآنی سورتوں کی

---

[1] دیکھئے "تاریخ سیر ترجمہ" ص ۳۵' صبحی ص ۱۷۶' Denffer ص ۱۵۸

[2] صبحی ص ۱۷۶' الزنجانی ص ۲۹ جس میں نولڈیکی کے کام پر عمدہ تبصرہ اور اس کے مصادر کا تذکرہ ہے۔

[3] صبحی ص ۱۷۶۔

[4] اجمل خان ص ۲۵۔ ۶۲' صبحی ۱۷۵

[5] نوئل ڈکی کی تیار کردہ فہرست کے لئے دیکھئے الزنجانی ص ۹۳

ترتیبِ نزول (اپنے خیال کے مطابق اصلی ترتیب) قائم کی ' بلکہ مکمل قرآن کا ترجمہ بھی سورتوں کی اس ترتیبِ (زمانی) کے ساتھ شائع کیا۔ اس سلسلے میں بھی تین آدمی اور ان کا کام قابل ذکر ہیں۔

(۱) ان میں سے پہلا ترجمہ راڈول (A.Rodwell) کا انگریزی ترجمہ قرآن تھا جو

"The Koran, Translation with Suras arranged in chronological order"

کے نام سے لندن سے پہلی دفعہ ۱۸۶۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ۱۸۷۶ء اور ۱۹۰۹ء میں بھی اس کے ایڈیشن شائع ہوئے -حافظ غلام سرور نے اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں راڈول کے ترجمہ پر مفصل تبصرہ کیا ہے۔

(۲) اس قسم کا (سورتوں کی ترتیبِ زمانی والا) دوسرا مشہور انگریزی ترجمہ رچرڈ بیل (R.Bell) کا ہے جو "The Quran translated with a critical re-arrangement of Suras" کے نام سے ۱۹۳۷ء میں ایڈنبرا (سکاٹ لینڈ) سے شائع ہوا تھا۔

(۳) اسی نوعیت کا تیسرا ترجمہ بلاشیر(R.Blachere) کا ہے جو فرانسیسی زبان میں ہے اور "Le Coran Traduction nouvelle" کے نام سے پیرس سے ۵۰-۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔

ان میں سے بعض حضرات نے اپنے کام کو سورتوں کی ترتیبِ نزول تک محدود نہیں رکھا بلکہ بعض دفعہ قرآنی آیات کی ترتیب بھی بدل ڈالی ہے[۱] ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم کی ترتیبِ نزول کو دِقّت (Accuracy) اور قطعیت کے ساتھ (Definitely) مرتب کرنا ناممکنات سے ہے اور پھر مستشرقین تو علمی بحث کے ساتھ اپنے مزعومات اور مقاصد بھی شامل کر لیتے ہیں۔ اس لئے اس سلسلے میں ان کی کوششوں کو تو کسی طرح بھی کامیاب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ بعض مستشرقین نے خود بھی اس

---

[۱] یہ معلومات Denffer ' ص ۱۵۸ ' صبحی ص ۱۷۶' - ۱۷۷ سے لی گئی ہیں - پروفیسر اجمل خان نے بلاشیر اور بیل کے ترجمہ کا تو ذکر نہیں کیا (ان کی کتاب اس سے پہلے چھپی تھی) البتہ راڈیل کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے مکی سورتوں کی ترتیب Weil کے لئے مطابق اور مدنی سورتوں کی ترتیب نوکل ڈکی کی ترتیب کے مطابق رکھی ہے۔ دیکھئے اجمل خان ص ۲۷

کا اعتراف کر لیا ہے۔

○ ہماری (ترتیبِ تلاوت کے مطابق لکھی گئی) تفاسیر میں آیات (یا سُوَر) کے زمانۂ نزول اور سببِ نزول وغیرہا (یعنی تاریخی اور زمانی پہلو) کے بارے میں اپنے اپنے موقع و محل پر بحث کی جاتی ہے۔ اگر تفسیر کا مطالعہ سورتوں کی ترتیبِ نزول کے لحاظ سے کیا جائے تو حالات و حوادث کے تسلسل اور احکامِ شریعت کی منطقی تدریج کو سمجھنے میں آسانی ہو سکتی ہے۔ مستشرقین کا ایک مقصد (جیسا کہ بیان ہوا) یہ بھی تھا۔ غالباً مستشرقین کے کام سے متأثر ہو کر —— مزرا ابوالفضل نے الٰہ آباد (انڈیا) سے ۱۹۱۱ء میں قرآن کا لفظی انگریزی ترجمہ سورتوں کو ترتیبِ نزولی میں مرتب کر کے شائع کیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ سورتوں کو ایسی تاریخی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے جو اب تک تمام علماء تسلیم کر چکے ہیں۔ تاہم بقول پروفیسر محمد اجمل خان یہ ترتیب قریباً نوئکل ڈکی کی ترتیب کے مطابق ہے۔ صرف ابتدائی آٹھ سورتوں میں کچھ تقدیم و تاخیر کر دی گئی ہے۔ تاہم ایک مسلمان کی طرف سے قرآن کو ترتیبِ تلاوت کی بجائے ترتیبِ نزول کے مطابق شائع کرنے کی یہ واحد مذموم کوشش تھی۔ بعد میں غالباً مرزا صاحب نے خود ہی اپنی غلطی کا احساس کر ہوئے دوسرا ترجمۂ قرآن (انگریزی) شائع کیا جو ترتیب تلاوت کے مطابق تھا[۱]

○ قرآن کریم کی سورتوں کو ان کے پس منظر اور سیرتِ طیبہ کے واقعات کی (زمانی) روشنی میں سمجھنے کے لئے ان کی ترتیبِ نزول کی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے مشہور فلسطینی عالم عزّۃ دَروزہ نے قرآن کریم کی تفسیر "اَلتفسیرُ الحدیث" کے نام سے بارہ جلدوں میں مصر سے ۸۳-۱۳۸۱ھ یعنی ۶۴-۱۹۶۲ء میں شائع کی۔ یہ پوری تفسیر قرآن کی سورتوں کی ترتیبِ نزول کے مطابق ہے۔ اور مؤلف نے اس ترتیب نزول کو اختیار کرنے کی وجہ اور اپنے مصدر نسخۂ قرآن کی وضاحت کر دی ہے اور اس (نسخہ) کی تصریحات کے مستند ہونے کی دلیل بھی بیان کر دی ہے (مقدمہ میں)۔ اور اس سلسلے میں اپنی غرض اور مقصد کے پیشِ نظر —— نیز قرآن کی ترتیبِ تلاوت کی مخالفت کے اعتراض سے بچنے کے لئے انہوں نے نہ صرف شام و فلسطین کے دو علماء سے اپنے کام کے جواز

---

[۱] اجمل خان ص ۲۸-۲۹ نیز ص ۲۷۔

کے لئے فتویٰ بھی لیا--- بلکہ مزید یہ وضاحت بھی کردی کہ ان کے کام کو ہر سورت کی الگ الگ مستقل تفسیر سمجھا جائے۔ بس یہ ہے کہ انہوں نے سورتوں کی ان ۱۱۴ تفاسیر کو یکجا کرتے وقت ترتیبِ نزول کو سامنے رکھ لیا ہے۔ اور قرآن کریم کی جزوی تفاسیر (جو کسی ایک یا چند سورتوں پر ہی مشتمل ہوں) تو بہت سے علماء نے لکھی ہیں' یہ کوئی نئی چیز نہیں۔

قرآن کریم کو اس کی ترتیبِ نزول کی روشنی میں سمجھانے کی یہ ایک کامیاب اور مستحسن کوشش ہے۔

☆ ☆ ☆

مفتاح المراجع

مضمون میں جن کتابوں کے حوالے آئے ہیں ان کے نام کی بجائے آسانی کے لئے ان کے (مولف یا کتاب کے نام کے لئے) ایک مختصر نام استعمال کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان اختصارات کی وضاحت ابجدی ترتیب کے مطابق کی گئی ہے اور ساتھ تمام روایتی معلومات بھی دے دی گئی ہیں۔

(۱) الاتقان= جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ) کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن۔ مصطفیٰ البابی الحلبی القاہرہ ۱۹۵۱م / ۱۳۷۰ھ دو جلدوں میں

(۲) اجمل خان = پروفیسر محمد اجمل خان۔ ترتیبِ نزولِ قرآن مجید۔ کتب خانہ عزیزیہ' اردو بازار' دہلی ۱۹۴۱ء (فروری)۔

(۳) البرہان = امام بدر الدین الزرکشی (م ۷۹۴ھ) کی البرھان فی علوم القرآن۔ عیسیٰ البابی الحلبی القاہرہ ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷م۔ چار جلدوں میں۔

(۴) تاریخِ سیَر ترجمہ = جواد سلماسی زادہ۔ تاریخ سیر ترجمہ قرآن در اورپا و آسیا۔ چاپخانہ دانش گاہ تہران (ایران) شہریور ۱۳۴۲ھ

(۵) دراسات = دکتور صلاح الدین المنجد۔ دراسات فی تاریخ الخط العربی منذ بدایتہ الیٰ نھایۃ العصر الاموی --- دار الکتاب الجدید--- بیروت (لبنان) الطبعۃ الثانیہ ۱۹۷۹م۔

(۶) الزرقانی = عبدالعظیم الزرقانی۔ مناھل العرفان فی علوم القرآن۔ عیسیٰ البابی الحلبی القاہرہ ۱۳۷۲-۷۳ھ / ۵۲-۱۹۵۱م الطبعۃ الثالثہ' دو جلدوں میں۔

(۷) الزنجانی = ابو عبد اللہ الزنجانی ۔ تاریخ القرآن ۔ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت (لبنان) ۱۳۸۸ھ، ۱۹۶۹م
(۸) صبحی = دکتور صبحی الصالح ۔ مباحث فی علوم القرآن ۔ دارالعلم للملایین بیروت۔ ۱۹۶۴م الطبعۃ الثالثہ'
(۹) عزۃ دروزۃ = محمد عزۃ دروزۃ ۔ التفسیر الحدیث ۔ عیسٰی البابی الحلبی القاہرہ۔ ۱۳۸۱-۸۳ھ، ۶۴۔ ۱۹۶۲م ۔ بارہ جلدوں میں ۔
(۱۰) الفہرست = محمد بن اسحٰق ابن الندیم (م ۳۸۵ھ) الفہرست ۔ المکتبہ التجاریہ الکبری القاہرہ ۱۳۴۸ھ
(۱۱) فہرست نمائش = انگریزی مراجع میں دیکھئے = Catalogue۔
(۱۲) القاضی = عبدالفتاح القاضی ۔ تاریخ المصحف الشریف ۔ مکتبہ و مطبعہ المشہد الحسینی القاہرہ (مصر) تالیف ۱۳۸۵ھ، ۱۹۶۵۔
(۱۳) القطان = مناع القطان ۔ مباحث فی علوم القرآن۔ موسسۃ الرسالہ ۔ بیروت (لبنان) ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸م الطبعۃ السادسہ ۔
(۱۴) مارٹن لنگز = دیکھئے انگریزی مراجع = Martin
(۱۵) المبانی = ایک نامعلوم الاسم عالم کی کتاب کا ''مقدمہ کتاب المبانی'' جو آرتھر جیفری نے ''مقدمتان فی علوم القرآن'' میں شائع کیا ۔ مکتبہ الخانجی القاہرہ (مصر) ۱۹۵۴ء یہ مقدمہ کتاب مذکورہ میں ص ۵ تا ۲۵۰ پر مشتمل ہے۔

انگریزی مراجع (جن کا کوئی حوالہ مضمون میں آیا ہے)

(1) Denffer = Ahmad Von Denffer, An Introduction to the Sciences of the Quran. The Islamic Foundation , Leicester (U.K) 1403/ 1983
(2) Catalogue of an Exhibition of Quran Manuscripts at the British Library, 3 April - 15 August, 1976 prepared by Martin Lings & Yasin Safadi.
(3) Martin Lings, The Quranic Art of Calligraphy & illuminations . London , 1976.

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب

عظمت قرآن

بزبان قرآن و صاحبِ قرآن

کتابی شکل میں شائع ہوگیا ہے۔ خود پڑھئے اور دوسروں تک پہنچایئے!

صفحات ۲۸' قیمت (عام ایڈیشن) ۔/۴ روپے ' (اعلیٰ ایڈیشن) ۔/۷ روپے

مرکزی انجمن خُدّام القرآن لاہور کی دعوت پر

مشہور برطانوی نومسلم سکالر چارلس گائی ایٹن کی لاہور آمد

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر انتظام سالِ رواں کے لئے محاضرات قرآنی ' مرکزی انجمن کے قرآن آڈیٹوریم (اتاترک بلاک' گارڈن ٹاؤن لاہور) میں ۲۸ر فروری تا ۲رمارچ منعقد ہوں گے۔ چار روزہ محاضرات میں انگلستان سے خصوصی دعوت پر بلائے گئے مشہور سکالر جناب گائی ایٹن (حسن عبدالحکیم) خطاب فرمائیں گے۔ آپ کے خطابات "اسلام اور دورِ حاضر کے تقاضے" کے موضوع پر ہوں گے۔ گائی ایٹن کی پیدائش سوئٹزرلینڈ اور تعلیم انگلستان کی مشہور کیمرج یونیورسٹی میں ہوئی۔ کئی سال تک آپ نے جرنلسٹ کی حیثیت سے جیکا اور مصر میں کام کیا، اور بعد ازاں انگلستان کے سفارتی محکمے میں ملازمت کے سلسلے میں انڈیا' افریقہ اور جزائر غرب الہند میں قیام کیا۔ اس محکمے سے آپ نے ۵۵ سال کی عمر میں ریٹائرمنٹ لی۔ ایک ادبی کتاب کے علاوہ مذہبی اور فلسفیانہ موضوع پر آپ نے دو کتابیں تحریر کی ہیں ' جن میں سے ایک کا اردو ترجمہ "اسلام اور تقدیر انسانی" کے عنوان سے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔ آپ آج کل لندن سے شائع ہونے والے اسلامی جریدے "اسلامک کوارٹرلی" کے ایڈیٹوریل ایڈوائزر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ مرکزی انجمن خدام القرآن ان محاضرات کی نشستوں کی صدارت کے لئے ملک کے نامور اہل علم حضرات کو دعوت دے گی۔